

کچھ دیر کا مہمانِ دل بندِ علی ہے

کچھ دیر کا مہمانِ دل بندِ علی ہے
 زینب درِ خیمے سے یہ سب دیکھ رہی ہے

دریا کی ترائی پہ ہے پاسونر کا علمدار
 ہاتھوں کو کٹائے ہوئے شبیر کا غمخوار
 ٹکڑے جو ہوئی مشک وہ سینے سے لگی ہے

اُٹھ اُٹھ کے گرے ہیں کبھی گرِ گر کے ہیں اُٹھے
 لاشے سے لپٹ کر بہت شبیر ہیں روئے
 سینے میں جوانِ لال کے برچھی کی انی ہے

مانر بھولے تو کیونہ کر بھلا جھولے سے وہ جانا
 ہراک کی نگاہوں سے وہ انسونہ کا ٹپکنا
 ناوک علی اصغر کی جب گردن پہ لگی ہے

اغوش میں لیکر شہا بیٹی سے یونہ بولے
 اے میری سکینہ چلے بابا تیرے مرنے
 سینے پہ سلانے کو اب یہ تیری پھوپھی ہے

یہ بوسگاہ احمد مُرسل ہے اے ظالم
 رگڑے دے ہزاروں مگر بے سود ہے ظالم
 اٹھ سینے سے یہ آخری سجدے کی گھڑی ہے

مانر بالونر کا سایا کیئے مقتل میں کھڑی ہے
 گودی میں اٹھانے کو وہ بے تاب بڑھی ہے
 لب پہ ہے میرا لعل اور انکھون میں نمی ہے

